دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج دعنا ہوگیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین صورتِ چین کردہ بروے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہند اوفتاد ہند شد از روے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لا کر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَوَدھ آمد چو باد کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی وتحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہی کہ اوّل چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہی۔

حصّہ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:۔

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر	تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہی۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہی۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہی۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست	تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہی پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہی کہ ایک اچھی ہی اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہی بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہی اور زبان مثلِ آتش۔

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نباید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہی کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو بمعنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب چنگ و رباب در ساتہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲ - اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳ - غلُو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُم اسپش کہ زمیں کرد چاک　　　　خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرت گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ　　　　بلکہ قفا دش گہہ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہی کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہی بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیش زسپہرِ بریں　　　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد　　　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　　　بلکہ گزشتہ ز سمواتِ سبع

دیگر

عمق در و کار بجائے کشید　　　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　　　گشت پدید از تہہِ آب آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بزیر زمیں | چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم راہش | گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر | غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ وراۓ بنان و مصاف | درشب تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زِ گچ صاف خشت | دیدہ در د صورتِ خود را بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جاۓ۔

شرک نہ در مملکتش دست ساۓ | خود نتواں بود بشرکت خداۓ

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکامم کہ بکامِ تو ام　　　　زندہ تو تا زندہ بنامِ تو ام

دیگر

گُل کہ پیرا شد فراہم شدہ　　　　بیشِ سپر غم سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش جست　　　　رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال　　　　ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہِ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار　　　　از شرِ من در گذر و در گذار

دیگر

این خطِ پُر زہر بدلبر کہ می دہد؟　　　　وین دردِ سر بمہربان کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پوئندہ پولادپاے　　　　کوہ نما از تنِ کوہان نماے

دیگر

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد　　جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ　　برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف کی ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:-

تا بسرِ یہ عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام　　تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیداریت — دیدہ ڈنادیدہ گرفتاریست

دیدہ۔ نادیدہ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کن مکن اور است زتو تاکہن — انچہ کند کیست کہ گوید مکن؟

کن، مکن، کند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامہ گل را بہ نما خامہ کرد — نامیہ را حرف کش نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون ومکاں در خط امکانِ او — کائن ومن کاں۔ گہر کانِ او

اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زنے — تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد وتفصیل داد — کرد مفصل ہمہ در فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود　　　وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے :-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت　　　کفۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں :-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر　　　شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید　　　در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ　　　ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزد گرم تاب　　　وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب
ابر دُر افشاں بہ شرِ دریا نوال　　　ابرِ شں خود راند بدار الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرش میں

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:-

آہوئے مشکین و سرش با دو شاخ　　در دمِ او مشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر　　گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام　　در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود　　طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آب دگر　　بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اس کو پہنتے ہیں پس:-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد　　گشت پیادہ چو گل از پشتِ باد

روے چو گل بود بہ پشتِ زمیں　　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہوگیا۔ اس کا پھول سا مُنھ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشیدوشِ ماہ چہر　　　دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اِس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زتست آئینۂ زنگ خورد　　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست　　　دَورِ دے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہوگیا۔ لیکن ماہ دے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

خرم وخنداں چو گل از بارگاہ　　سوئے گلستانِ دگر جست راہ

خرم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

ردّ العجز علی الصدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹاتے ہیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود　　غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہو۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز　　پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد　　تاجِ سلیمان ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند　　چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبہ برگ و نوائے تشاخ　　برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ　　چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہو کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد　　وعدہ دوشیں بوفا راست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں | بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ | بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے | ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر ملکش سایہ طرف بر طرف | تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّز شود | وز دو شرف بخت مشرّف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے | گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقّۂ تن را بفنا درکشاے | جوہرِ جاں را ببقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر | مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

دیگر

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش　　　بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند　　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق ہر سوئے بتابے دگر　　　دشت ز ہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر برجہم　　　تیر بکشاے کز نظر برجہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست　　　روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　　مجمعِ بحرین شود رشے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　　ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　　بُردنِ جاں را بغنیمت شمرد

دیگر

چرخ زبیداد عناں تافتہ مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازن بہوا سر کشید چنگ نوازندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشہ چرخ از علفِ خانہ خیز بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملہ عالم بوفا جوئیش خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد دود بر آمد نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم ہیں کہ بہنگامِ جنگ گوہر خود ریخت بپاداش سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآبؐ کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہے۔

رفت وبرا ورنگِ سکندر نشست	درصفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِّ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے درپے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی وناز | بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
لشکرِ مشرق زاد وھتابہ بنگ | چیرہ دل و خیرہ کش و تیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہے۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہے۔

اے زندگانی بخشِ من! لعلِ شکر گفتارِ تو | درآرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوی ایشاں نگذرم | گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے
این نیست کارِ دیگرے جز کارِ دستِ کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را
ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بربستہ ام در بارِ تو

چوں غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم
یادِ دو بد یوار آورم۔ بارے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندہ۔ پیشِ افگنی افگندہ
اینک چو خسرو بندہ۔ نو بردہ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آ گئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دست بدستِ ہمہ
وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود
خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:

زسمِ ستوراں دراں پہن دشت
زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تو میراث شاہ | من زسہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہی۔

زشت تر از زنگ شدہ بوے شاں | پست تر از پشت شدہ روے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں در شدہ | گاوِ زمیں راسُم شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہی (س۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعرالعجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہی کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہی جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:

طفلِ شگوفہ برہ افتاد و مُرد | شاخ بدید و بغا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت اول وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجب انبساط خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنوی چند جز این مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسروی[۲]
خرم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں
ہاں بنگر این نامہ کہ دانش نام — یافت از آں جملہ فراتر مقام
چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او
دیدۂ بینندہ تحیر دیدنش — سیر نگر دیدہ ز گل چیدنش
ہر چہ فزوں دید فزوں شد ہوس — گردنّنا ہا حسنِ نکتہ رس
بیتِ قصیدہ چو مغے در کنشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت
موج زناں نظم چو آب رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں
دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟
طوطیِ ہند ار بنوا آمدے — بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے
من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبر ہند ہم از دارسی
من ز کجا نعتِ سخن از کجا؟ — کاسۂ تہی دُملِ از کیمیا!
گر زدجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم
ور قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نواب[۱] راست
خانِ فضائلِ حشم اسحٰق خاں — آئینۂ حسرتی نکتہ داں
پر حذرم از سرِ سوداؤ سود — دایم دلم خاطرِ دالاش بود

[۱] حاجی نواب محمد اسحٰق خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد و بلند شہر آنریری سکریٹری ایم اے او کالج علی گڑھ۔

[۲] حاجی نواب محمد مصطفیٰ خاں خلد مکاں المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی رئیس جہانگیر آباد و دہلی۔

تا ختام هرزه برآه دراز — بر اثرِ حکم، نه از روے آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راه — عاجزم و عاجزیم عذر خواه

خوش مثلے گفته و در سفته اند — "پیری و صد عیب چنیں گفته اند"

نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] — خلق وے آمیخته شکّر به شیر

یاوریِ او که بے کار کرد — از کتب خواسته انبار کرد

خامه زنِ من که حسن چشتی ست[2] — رهرو ابهم و خطش کشتی ست

هر ورقے نقشِ نو انگیختن — لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

گر نگار دو برُخِ کاغذ رواں — لیک ته بینی ز ستردن نشاں

عارضِ کاغذ که سمن زار بود — گشته کنوں سرخ و سیاه و کبود

لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں — شد همه تن پیرهنِ کاغذیں

از خمِ شاں خامه که دُردی کش است — یادِ بزرگاں به درود خوش است

شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں! — زندهٔ جاوید، تو هم زنده ماں

خضر توئی و سخن آبِ حیات — نوشِ تو باد آسخن از عینِ ذات

شعرِ تو پروردهٔ درد است و سوز — شعلهٔ او سرد نگشته هنوز

گرچه گزشته است زیش صد دُول — لیک نه کم شد تفِ سوزِ دل

تا دمِ گرم تو فغاں برکشید — آتشِ سوزنده زباں درکشید

شاد بماں خسروِ جنّت نشیں

باد بجانت تو حق آفریں

تمّت

۱؎ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لالکرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ۱۲ ۲؎ ایس ایم حسن چشتی اندرکوٹ شیخاں میرٹھ ۱۲

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامہ
از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قران نامہ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گذشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشش نو دہم	سکۂ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن	پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام	تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامۂ عنواں کناے	نام بلندست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جاوے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انھوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیرؔ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ۵

ور ز جمل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ،،عنوانات کے ۵، اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں	بر سرِ نامہ ز توحید نوشتم عنواں	
	نام ایں نامۂ والا ست قرانُ السعدین	کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں	۱
۲	در تضرع بہ درِ حق کہ گنہگاراں را	داد بارانِ گنہ شوئے زمینِ غفراں	۷
۳	نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش	پردہ دارے ست نشستہ ز پسِ شادرواں	۱۱
۴	بصفتِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد	سرِ اسریٰ تن ز زلفِ سیہ مشک فشاں	۱۲
۵	مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفتہ چنانکہ	نقشِ آں داغ شدہ خنگِ فلک را بزاں	۲۱
۶	در خطابِ شہ عالم چو بسلکِ خدمش	آیم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم	ہست منشوردی از حرمہا مندشاں	۲۸
۸	صفتِ مسجدِ جامع کہ جناں ہست درو	شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبیٰ بجناں	۳۰
۹	صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت شکش	از پئے تیغِ خورشید شدہ سنگ فشاں	۳۰
۱۰	صفتِ حوض کہ در قالبِ نگیں گوئی	ریختہ دستِ ملک آبِ خضر صورتِ جاں	۳۲
۱۱	صفتِ فصلِ دے و سردی مہرِ شرق	وآمدن تیغ کشیدہ ز پئے ضبطِ جہاں	۳۷
۱۲	صفتِ آتش و آں گرم رو بیانش بکہ	کز شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں	۳۹

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱۳	جنبشِ شاہ ز دہلی ز پئے کینِ پدر	گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں	۴۸
۱۴	صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب	کہ بود عرصۂ ژرف چو ژرفِ آں ایواں	۵۴
۱۵	صفتِ فصلِ خزاں و مغل عزمِ سپاہ	ہم برآں ساں کہ بتاراجِ چمن بادِ خزاں	۵۸
۱۶	صفتِ فصلِ بہاراں کہ چناں گرد باغ	کہ بدو نرگسِ نادیدہ بماند حیراں	۶۸
۱۷	صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ	بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں	۷۳
۱۸	صفتِ چترِ سیہ کز پئے چشمِ خورشید	آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست نہاں	۷۴
۱۹	صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ	چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عیدِ نیراں	۷۵
۲۰	صفتِ چترِ کہ لعل ست چو خورشید بصبح	بلکہ ہست از شفق و صبح جمالِ سلطاں	۷۵
۲۱	صفتِ چتر کہ سبز ست ز سرسبزیِ شاہ	برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں	۷۶
۲۲	صفتِ چتر کہ گل گز شدہ از گل گزاو	بر سرِ شاہ ز گل سایہ کند تابستاں	۷۷
۲۳	وصفِ دورباش کہ نزدیک شد از ہیبتِ شاہ	گنگ باندست ز حیرت نکند کار زباں	۷۸
۲۴	صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید	کز بہرِ تو فرو چند برم آبِ دہاں	۷۹
۲۵	صفتِ چرخِ کماںے کہ ببازوی شہ است	نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کماں	۸۰
۲۶	صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت ست	سخت بارانی در تیرمہ و در نیساں	۸۱
۲۷	صفتِ رایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ	گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں	۸۲
۲۸	عزمِ سلطاں بسوئے ہند بپایانِ بہار	راندن از شہر چو با بوے گل از بستاں	۸۷
۲۹	ذکرِ باز آمدنِ قلبِ شہ از قتلِ مغل	ہمچو گرگاں ز رمہ یا علم از برجناں	۹۱
۳۰	نامزد گشتنِ لشکر بیزک سوئے اودھ	صد سرافراز و ملک باربک اندر سرِ شاں	۱۰۰
۳۱	صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ	ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں	۱۰۶
۳۲	صفتِ خربزہ کز پردلی آنجا کہ بود	تیغ و طشتیش چہ با بسراید غلطاں	۱۰۹